نظرات

اُردو یونی ورسٹی

(۲)

اس مرتبہ اردو کے اصل معاملات و مسائل اور ان کے حل پر صاف صاف گفتگو کرنیکا ارادہ تھا۔ لیکن گذشتہ اشاعت میں اردو یونیورسٹی سے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے بارے میں چند خطوط موصول ہوئے ہیں، ان میں بعض خط تو ایسے ہیں جن کے لکھنے والوں نے اپنی افتاد طبع کے مطابق برا بھلا لکھنے کے علاوہ کوئی بات "ڈھنگ" اور قاعدہ کی نہیں لکھی، اور میں نے حسبِ عادت ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" پڑھکر انہیں ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا۔ ان کے علاوہ بعض خطوط وہ ہیں جن میں برہان کے خیالات کی پرزور تائید کی گئی ہے اور اس کے ایڈیٹر کے لئے کلمات خیر کہے گئے ہیں، ان خطوط کی اشاعت بھی برہان کے مسلک کے خلاف ہے۔ البتہ ذیل میں دو خط درج کئے جاتے ہیں جن سے اصل موضوع بحث اور اس کے متضمنات پر مفید روشنی پڑتی ہے اب اردو کے اصل معاملات و مسائل پر جامع گفتگو انشاءاللہ آئندہ ماہ میں ہوگی لیجئے یہ دو خط سنئے:۔

(۱) مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی:۔

برادرم! السلام علیکم۔

"ازہ نظرات" کے بیشتر حصہ سے تو اتفاق ہے لیکن ایک بات آپ کے قلم سے کیسے نکل گئی

ہے۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ مولوی وحید الدین سلیم ایک نرے مولوی اور اردو فارسی کے شاعر و ادیب تھے۔ انگریزی زبان اور علوم جدیدہ سے ناآشنا اور وضعِ اصطلاحات کا کام انہیں کے سپرد کیا گیا تھا۔ یہ بات دونوں حیثیت سے نظرثانی کی محتاج ہے اول تو وضعِ اصطلاحات کا کام ان کے سپرد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ایک بڑی کمیٹی کے سپرد ہوا تھا جس کے بابائے اردو صدر۔ اور مولانا فراہی۔ نظم طباطبائی۔ مرزا کوکب حیدر آبادی (سائنس کے ماہر) اور آٹھ دس ممبر اور مختلف شعبوں کے استاد تھے۔ سلیم صاحب صرف ایک ممبر تھے اور پھر سلیم صاحب کی شاعری وغیرہ تو یوں ہی سی تھی۔ البتہ لسانیات میں ان کی استعداد و صلاحیت غیر معمولی تھی ہر شخص ان کا قائل تھا اور بابائے اردو اور ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (سابق صدر شعبۂ عربی) دونوں ان کے معتقد! ڈاکٹر صدیقی کئی برس جرمنی میں رہ کر لسانیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لائے تھے۔ سلیم صاحب کی کتاب اصول وضع اصطلاحات پر اب تک بہت قابل قدر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آج کل کسی بڑے سے بڑے ماہر (EXPERT) کی بات بھی چند سال سے زیادہ نہیں چلنے پاتی۔

آپ کی یہ رائے سو فیصد صحیح ہے کہ ترجمہ بہتر نہیں ہے اور ہو بھی تو اصل کا اس کا کیا مقابلہ!

برہان:- مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی ان چند اکابر علم و ادیب میں سے ہیں جن کے خامۂ عنبر افشاں کی انگلی پکڑ کر راقم الحروف کے طفلکِ قلم نے چلنا سیکھا ہے اور اس حیثیت سے جو عظمت شبلی اور ابو الکلام کی راقم کے دل میں ہے، وہی مولانا موصوف کی ہے۔ برہان میں جو کچھ لکھا گیا تھا وہ صرف طالب علمی کے زمانہ کا ایک تاثر تھا۔ الحمد للہ کہ ایک بزرگ کی زبان سے اس کی تصحیح ہو گئی ورنہ غلط بیانی کا گناہ عمر بھر رہتا۔

جناب عبد اللطیف صاحب اعظمی:- موصوف کا خط کافی طویل ہے۔ شروع میں برہان کے اڈیٹر کی نسبت انھوں نے جو حوصلہ افزا الفاظ لکھے اور اس کے بعد اردو یونیورسٹی تحریک کے آغاز

کی تاریخ کی نسبت انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو حذف کر کے اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

"اگر حکومت نے مسلمانوں کو خوش کرنے اور اردو کے اصل مسائل سے ان کی توجہ کو ہٹانے کی غرض سے اردو یونیورسٹی نام کی کوئی چیز قائم کر بھی دی تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ جب ہائی اسکولوں میں اردو ذریعۂ تعلیم نہیں ہے تو اس یونیورسٹی کے لئے طلبا کہاں سے آئیں گے اور آئیں گے تو جب اردو میں علوم جدیدہ اور سائنس ٹکنالوجی کی کتابیں ہیں ہی نہیں تو پڑھیں گے کیا اور جب اردو میں ان علوم کی اصطلاحات ہی نہیں ہیں تو اساتذہ اردو میں سمجھائیں گے کس طرح؟ یہ سب کچھ بھی ہو گیا تو اس یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ملک میں مستقبل کیا ہوگا؟"

مذکورہ بالا اقتباس میں آپ نے جو اہم سوالات اٹھائے ہیں، ان کی تائید میں ایک دو باتیں ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شروع سے ذریعہ تعلیم اردو ہے، مگر ادھر چند سال سے مختلف ریاستوں کے، خاص طور پر یوپی کے جو مسلمان طلبا یہاں داخلہ لیتے ہیں، ان میں سے بیشتر اردو رسم خط سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔

(۲) جناب یونس سلیم صاحب مرکزی حکومت میں نائب وزیر تھے تو انھوں نے انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کے ایک جلسہ میں انکشاف فرمایا تھا کہ حکومت نے طے کیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کا ذریعۂ تعلیم اردو کر دیا جائے۔ اس وقت میں علی گڑھ گیا ہوا تھا۔ الجمعیۃ میں یہ خبر پڑھنے کے بعد میں نے یونیورسٹی کے مختلف حلقوں کا ردعمل معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مجھے ایک شخص بھی نہیں ملا جو اردو ذریعۂ تعلیم کا حامی ہو۔ طالبعلموں کو سب سے زیادہ فکر اپنی ملازمت کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ ایسی صورت میں ہمیں کہیں ملازمت نہیں ملے گی۔ سائنس اور انجینئرنگ اور میڈیکل کالج کے اساتذہ نے کہا کہ اردو میں ان مضامین کی تعلیم ایک طویل عرصے تک ممکن نہیں ہے

۳۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس وقت جو اساتذہ تعلیم دیتے ہیں، ان کا ذریعۂ تعلیم انگریزی رہا ہے اور اب جو آئیں گے، ان میں سے بیشتر کا ذریعۂ تعلیم ہندی ہوگا، اردو بہرحال کسی کا نہیں ہوگا۔ پھر یہ اساتذہ اردو میں پڑھائیں گے کیسے؟

۴۔ ابھی حال میں، ہمارے یہاں اردو کے لیکچرر کے لئے انٹرویو ہوا۔ جگہ ایک تھی اور کئی درجن امیدوار تھے۔ ملازمت کی مشکلات اور طویل بیکاری کی وجہ سے وہ اردو سے اس قدر بیزار تھے کہ ان میں سے بیشتر نے صاف صاف کہا کہ ہم اپنی اولاد کو وصیت کر دیں گے کہ وہ چاہے جس مضمون میں بھی ایم اے کریں مگر اردو میں نہ کریں۔ یہ تو صرف چند درجن کا حال تھا، اگر اردو یونیورسٹی، بہ فرض محال قائم بھی ہوگئی اور مختلف مضامین ہی کے سو پچاس ہر سال ایم اے، پی، ایچ، ڈی پیدا کرنا شروع کر دیا تو ان کی کھپت کہاں ہوگی؟ ہندی اور انگریزی ذریعۂ تعلیم کے کالجوں میں تو وہ لئے نہیں جائیں گے تو کیا ان کے لئے اردو کی مزید یونیورسٹیاں قائم ہونگی۔

۵۔ میں نے اردو کے پروفیسر صاحب کے جواب میں جو مضمون لکھا تھا۔ اس میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ ابھی تک پاکستان میں اردو کیلئے ماحول سازگار ہے، مگر پھر بھی، بابائے اردو کی انتھک کوششوں کے باوجود وہاں اردو کی یونیورسٹی قائم نہ ہوسکی۔ خود بابائے اردو نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:۔

"اس مرتبہ میں نے اردو یونیورسٹی کی تجویز پیش کی تو اس کی تائید میں کسی طرف سے بھی کوئی آواز نہیں آئی۔ مجھے سب سے زیادہ توقع عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد دکن) کے سابق طلباء سے تھی .... لیکن افسوس ہے کہ کسی نے بھی میری تائید نہ کی اور اب تک اس جماعت نے اس اہم تجویز کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد دوسری جماعت جس سے مجھے بڑی توقع تھی وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن ہے، وہ بالکل خاموش ہے۔" (قومی زبان (کراچی)، بابت ۱۶ نومبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۶۰ء)

بابائے اردو کی کوششوں سے کراچی میں اردو کا ایک کالج قائم ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"پہلے ہی پریشانیاں کیا کم تھیں، یہ کالج قائم کر کے میں نے بیٹھے بٹھائے ایک پریشانی اور مول لے لی۔ کوئی یونیورسٹی اس کے الحاق کے لئے آمادہ نہیں، سندھ یونیورسٹی نے انکار کر دیا، پنجاب یونیورسٹی کی حدود ارضی سے باہر ہے۔ اب میں اس سوچ میں ہوں کروں تو کیا کروں، اب بند کرتا ہوں تو بدنامی الگ اور بچارے لڑکوں کی اتنے دنوں کی محنت اور روپیہ بھی رائیگاں جائے گا۔ . . . توقع تھی کہ پاکستان ہمارے آنسو پونچھے گا اور ہماری ہمت افزائی کرے گا۔ لیکن اب جو دیکھتا ہوں تو یہاں کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ کہاں تک لکھوں، بڑی طولانی داستان ہے"

(اردوئے معلیٰ (مجموعۂ خطوط) صفحہ ۳۴۲)

اگر ان تمام دلائل اور تجربوں کے باوجود کچھ لوگ اردو یونیورسٹی کے قیام پر مصر ہیں تو سوائے اس کے کہ ان کے حق میں دعائے خیر کی جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

مسلم لیگ اور جمعیۃ العلمائے ہند دونوں ملک کی موقر اور باعظمت مسلم جماعتیں ہیں۔ افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ دونوں جماعتوں کے صدر چند روز کے فصل سے راہی ملک بقا ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں کی وفات ایک عظیم ملی حادثہ ہے جس کی تلافی عرصہ تک نہ ہو سکیگی۔ الحاج محمد اسمعیل نہایت لائق و قابل اور بڑے معاملہ فہم اور سوجھ بوجھ کے انسان تھے۔ ان کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ پارلیمنٹ میں جس کے ممبر وہ سالہاسال رہے تھے، مالیاتی اور تجارتی مسائل و معاملات پر ان کی تقریر بڑی توجہ سے سنی جاتی تھی۔ تقسیم کے بعد مسلم لیگ سمٹ سمٹا کر مدراس اور کیرالا میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ مرحوم اس کے صدر منتخب ہوئے اور آخر تک رہے مرحوم نے اس جماعت کو اس خوبی سے